

معاشرتی اور اخلاقی زوال کے اسباب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بَدِيعُ أَلْفِ شَيْءٍ عَلِيمٌ (التوبہ: 115)

یعنی اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ ٹھہرا دے بعد اس کے کہ انہیں ہدایت دے چکا ہو یہاں تک کہ اس نے ان پر خوب کھول دیا ہو کہ وہ کس کس چیز سے پوری طرح بچیں۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
 کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
 پسند آتی ہے اس کو خاکساری
 تذلّل ہی رہ درگاہ باری
 عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
 کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
 بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
 مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

پیارے خدام بھائیو! مجھے آج آپ خدام بھائیوں کے سامنے ماحول میں معاشرتی اور اخلاقی زوال کے اسباب بیان کرنے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ بڑی تیزی سے اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے زوال پذیر ہے۔ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ مذہبی منافرت عروج کو چھو رہی ہے۔ قتل و غارت اور لڑائی جھگڑا روز بروز کا معمول بن کر رہ گیا ہے۔ کسی کی عزت دوسرے کے ہاتھ سے محفوظ نہیں۔ بالخصوص اسلامی معاشرہ اور ماحول میں اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جھوٹ، گالی گلوچ، رشوت کا بازار گرم رہتا ہے۔ سودا سلف میں بددیانتی عام ہے۔ مساجد جو امن و امان کی جاہ تھیں اب اپنے مخالف فرقوں کی مخالفت کی آماجگاہ بن گئیں ہیں۔ ہر جمعہ کے بعد مختلف مساجد سے جلوس برآمد ہوتے اور سڑکوں پر سرکاری املاک کی توڑ پھوڑ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ جناب مودودی صاحب نے اسلامی فرقوں کی گراوٹ کا نقشہ یوں کھینچا تھا کہ ایک ہزار میں سے 1999 اسلام سے نابلد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ كَمَا عَالَمٌ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے ایک جگہ اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

“اسلام کی ویسی ہی نازک حالت ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک فارسی قصیدہ میں فرمایا ہے۔

ہر طرف کفر ست جوشاں ہچو افواج یزید
 دین حق بیمار و نیکس ہچو زین العابدین

سارے عالم اسلام سے یہ پکار بلند ہو رہی ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہے اور مغربی تہذیب کے جال میں گرفتار ہوتی جا رہی ہے۔ فواجش بڑھ رہے ہیں۔ ہر قسم کے جرائم اُن میں راہ پارہے ہیں۔ ذرا اپنے ملک کے اخبارات کا مطالعہ کیجیے آپ کو تمام اخبار میں راعی اور رعایا کی تباہی کے کوائف کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہی اخبارات ترکی، ایران، عراق، عرب، مصر، شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کا نقشہ جب کھینچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا تمام جہاں کی بُرائیاں مسلمانوں میں آمو جو ہوئی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں کہ چار خصلتیں ہیں جس میں ہوں وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان خصلتوں میں سے ایک خصلت ہو اُس میں نفاق کی بھی ایک ہی خصلت ہو گی جب تک وہ اسے نہ چھوڑ دے۔ اُن خصلتوں میں سے پہلی بات یہ ہے کہ اگر اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے اور دوسری بات یہ کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ جب عہد کرتا ہے تو عہد شکنی کرتا ہے اور چوتھی بات یہ کہ جب جھگڑتا ہے تو گالی بکتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامة المنافق)

سامعین! اگر ہم آج کے دور میں امانت کا ہی معیار دیکھ لیں تو دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں اپنے مفاد کی خاطر بددیانتی کا رجحان نہ پایا جاتا ہو۔ عام روزمرہ زندگی میں بھی امانت میں خیانت کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، کسی سے قرض لیا مگر واپس نہیں کیا، کسی سے کوئی چیز ادھاری مگر واپس نہیں کی جس کی وجہ سے ایک تو اپنا اعتبار دوسرے شخص پر سے ختم کر دیا اور گناہگار علیحدہ ہوئے۔ مسلم ممالک کو بھی دیکھ لیں رشوت، بددیانتی حکومتی سطح پر بھی عام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ جو بات کرے گا اس میں جھوٹ کی ملونی ہو گی۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت جھوٹ اور سچ کے اس فرق کو بھول بیٹھی ہے۔ جھوٹ کی وجہ سے کئی گھر تباہ ہو چکے ہیں۔ اپنے کاروبار میں، اپنے معاملات میں جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بھی معمولی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شرک کے برابر ٹھہرایا ہے۔ ناجائز حقوق لینے کے لئے یا کسی کا حق مارنے کے لئے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنا حق لینے کے لیے یا یہ سمجھتے ہوئے کہ میرا حق ہے اور دوسرے کا حق مارنے کے لئے سچائی سے کام نہیں لیتے۔ عدالتوں میں بھی جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ عدل اور انصاف سے کام نہیں لیتے۔ اپنے بعض ذاتی مفادات کے لئے یا اپنی اناؤں کی تسکین کے لئے یا دلوں میں بغض و کینہ رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے بدلے لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کی وجہ سے نہ گھروں کا امن و سکون قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی معاشرے کا امن اور سکون قائم رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تیسری علامت یہ بتائی کہ جب عہد کرے تو اس کو ایفاء نہیں کرتا۔ بدعہدی کرتا ہے۔ دھوکہ دیتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد کو نبھانے اور امانتوں کے حقوق ادا کرنے میں سب سے زیادہ پابند اور خیال رکھنے والے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں جا رہے تھے۔ آپؐ نے ایک ڈھیری پر ہاتھ ڈالا جو گندم کی تھی تو بیچ میں آپؐ کو گیلی گندم نظر آئی۔ آپؐ نے کہا تم یہ دھوکہ دے رہے ہو اور ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کئی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اپنے دوسروں سے کئے ہوئے وعدوں اور ان کی امانتوں کا بہت خیال فرماتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”آج کل دنیا میں یہی حالات ہیں۔ کاروباروں میں بدعہدی ہے۔ روزمرہ کے معاملات میں بدعہدی ہے۔ قومی سطح پر اتنی بدعہدی ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک تجارت کا معاہدہ کرتے ہیں اور اس میں اتنی خیانت اور بدعہدی ہے کہ تصور سے باہر ہے۔ کسی نے مجھے بتایا بلکہ ایک کاروبار کرنے والے نے ہی بتایا کہ پاکستان سے ہم جو اچھا باسستی چاول دنیا کو بھیجتے ہیں اُس کے درمیان میں ہم نے ایک ایسا طریقہ رکھا ہوا ہے جس میں اری جو باسستی چاول نہیں ہوتا، موٹے چاول کی ایک قسم ہے لیکن اتنا موٹا بھی نہیں ہوتا، وہ اس طریقے سے ڈالتے ہیں کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور یہ کوئی پرواہ نہیں کہ اگر پتہ لگ جاتا ہے تو اس سے ان کی تجارت پر بھی اثر پڑے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک کی بدنامی ہو گی۔ پھر اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو کئے جاتے ہیں۔ یعنی یہ صرف بدعہدی نہیں ہے بلکہ خیانت بھی ہے، جھوٹ بھی ہے۔“

صرف چار پیسے کمانے کے لئے یہ بدعہدی کر رہے ہوتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 4 فروری 2011ء)

سامعین! میرے خیال سے معاشرتی اور اخلاقی زوال کے اسباب میں سے ایک سبب غصہ ہے کہ ہم لوگ غصے پر قابو نہیں پاتے غصہ کنٹرول نہیں کرتے۔ اپنے غصے پر قابو پانے کے حوالے سے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”پہلو ان وہ نہیں ہے جو کشتی لڑنے میں غالب ہو جائے بلکہ اصلی پہلو ان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے۔ بے قابو نہ ہو جائے۔“

(صحیح بخاری حدیث نمبر 6114)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت پر توجہ نہ دینے کے نتیجے میں بہت دردناک واقعات پیدا ہوتے ہیں۔ خاندان تباہ ہو جاتے ہیں لمبا عرصہ جیلوں میں گزارنا پڑتا ہے غرضکہ بہت ہی بُری حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں بس ایک اس نصیحت پر عمل نہ کرنے یا اس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے کہ ایک انسان اپنے غصے پر قابو نہ پاسکے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ جب لڑتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے اور عموماً گالی گلوچ انسان غصے کی حالت میں ہی کرتا ہے۔ اس گالی گلوچ کے نتیجے میں چھوٹی سی بات بڑھ جاتی ہے جس کا انجام بعض اوقات قتل و غارت گری کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ اس لیے غصے سے بچنا چاہیے۔

ایک اور حدیث ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

”جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے۔“

(ترمذی۔ ابوداؤد)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ

حد سے زیادہ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے اور حد سے زیادہ نرمی بزدلی کی علامت ہے۔ اسی لیے ہمیں اعتدال اور میانہ روی سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت وسط بنایا کہ جو اخلاق اور اعمال اور عقائد کے اعتبار سے متوسط اور معتدل ہے اس فرمان میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ”کاموں میں سے بہترین کام وہ ہے جس میں میانہ روی ہو“

اسی طرح عدم برداشت کے نتیجے میں اور ہمارے تلخ رویوں کی وجہ سے معاشرے میں دن بدن بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اخلاقیات کا تقریباً جنازہ نکل چکا ہے، اکثر لوگوں میں برداشت کا مادہ ہی نہیں رہا، لڑائی جھگڑے دن بدن بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں جو معاشرے میں خرابی کا باعث بن رہے ہیں اور ہم اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ جون ایلیا کے بقول

اب نہیں کوئی بات خطرے کی
اب سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے

گویا کہ انتہا پسندی، مادیت پرستی عروج پر ہے معاشرے میں یہ سب بگاڑ انسانیت کی بنیادی تعلیم پر عمل نہ کرنے اور اسلامی تعلیم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ سامعین! ایک چیز جو انسان کو جانوروں سے جدا کرتی ہے وہ ہے احساس جو کہ ہمارے معاشرے سے بالکل ختم ہو چکا ہے۔ احساس کیا ہے؟ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا احساس ہے لیکن ہمارا معاشرہ بے حس ہو چکا ہے دوسروں کی تکلیف دور کرنا تو درکنار اب لوگ بڑھ چڑھ کر دوسروں کو تکلیف اور دکھ دینا اولین فرض سمجھتے ہیں دوسروں کے معاملات میں جان بوجھ کر ٹانگ اڑاتے ہیں۔

انسان کو اشرف المخلوقات یہ تب ہی کہلائے گا کہ اس کے شر سے تمام مخلوق محفوظ ہو پھر یہ حقیقی رنگ میں اشرف المخلوقات بننے کا حقدار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ مَنْ نَفَعَ النَّاسَ یعنی لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

خیالِ خدمتِ خَلْقِ خُدا جو رکھتے ہیں
کرمِ خُدا کا انہیں دستیاب ہوتا ہے

سامعین! آج کل کے دور میں بہت سی بُرائیاں میڈیا کی وجہ سے بھی پیدا ہو رہی ہیں جو کہ معاشرتی اور اخلاقی زوال کا باعث بھی بنتی ہیں۔ گھروں میں ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل فون کا بے جا استعمال ان بُرائیوں کا سبب بنتا چلا جا رہا ہے۔ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی چمک دمک، پیسے کا استعمال اور اس کا دکھاوا، مختلف قسم کی فضول رسمیں اور مختلف قسم کی بُرائیاں جو مغربی معاشرے میں بُرائیاں کہلاتی ہیں لیکن اسلامی تعلیم میں وہ بُرائیاں ہیں، اخلاق سے دور لے جانے والی ہیں اور اگر ان سے نہ بچا جائے تو یہ ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کرتی ہیں۔ بچے کئی قسم کی گیمز جن میں شرائط بھی لگائی جاتی ہیں جوئے کی لت میں پڑ جاتے ہیں، مختلف شرائط پوری کرنے کے لیے ہر طرح کا غلط کام کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہ نہ ہی تفریح ہے، نہ آزادی بلکہ تفریح اور آزادی کے نام پر آگ کے گڑھے ہیں۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے بے پردگی بڑھتی جا رہی ہے جو کہ کئی اخلاقی بُرائیوں کو جنم دیتی ہے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”دس بارہ سال کی عمر کی لڑکیوں سے لے کے نوجوان لڑکیوں تک کے لئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے یہ آج کل لغویات میں شامل ہو چکا ہے۔ اگر آپ لوگ سارا دن ایسے پروگرام دیکھ رہی ہیں جس میں کوئی تربیت نہیں ہے تو یہ لغویات ہے۔ انٹرنیٹ جو ہے، اُس میں بعض دفعہ ایسی جگہوں پر چلی جاتی ہیں جہاں سے پھر آپ واپس نہیں آسکتیں اور بے حیائی پھیلتی چلی جاتی ہے.... اس لئے انٹرنیٹ وغیرہ سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ بھی ذہنوں کو زہر یلا کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر بہت سارے پروگرام ہیں۔ ٹی وی پر بے حیائی کے بہت سارے پروگرام ہیں۔ ایسے چینل والدین کو بھی بلاک کر کے رکھنے چاہئیں جو بچوں کے ذہنوں پر گندے اثر ڈالتے ہوں۔“

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمی 17 ستمبر 2011ء)

سامعین! یہ سب شیطان کے حملے ہیں جن سے بچنا بہت ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کو شیطان کے حملوں سے بچانے کی کس قدر فکر ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے صحابہ کو شیطان سے بچنے کی یہ دعا سکھائی جو کہ ہمیں بھی ہر وقت کرتے رہنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا اور ہمیں ظاہر اور باطن فواحش سے بچا اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ! ہم پر نعمتیں مکمل فرما۔“

(سنن ابوداؤد کتاب الصلاة باب التشهد حدیث 969)

سامعین کرام! میرے لیے سب سے اہم میری موت ہے کہ میں نے ایک دن مر جانا ہے اور خدا کو جواب دینا ہے۔ زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سب نے ایک دن مرنا ہے اور بھی اہم یہ ہے کہ مرنے کے بعد خدا کو جواب دینا ہے۔ خدا پوچھے گا تم نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا اس کی بنیاد پر سزا اور جزا ہوگی۔ دنیا ایک امتحان ہے۔ ہمیں اپنی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان اسلامی تعلیمات پر جو قرآن و حدیث میں بیان کردہ ہیں ان پر سختی سے عمل کریں اسی میں ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”قوموں کا زوال ہمیشہ اُس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ خود ساختہ معیاروں کو سامنے رکھتے ہیں، جب وہ ہوا ہوس میں گرفتار ہو جاتے ہیں، جب وہ بنیادی مقصد کو بھول جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے گزشتہ انبیاء کا ذکر کر کے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سابقہ قوموں نے جب اپنی تعلیم کو بھلا دیا، جب اپنے مقصد سے روگردانی کرنی شروع کر دی تو پھر یا تو وہ تباہ ہو گئیں یا اُن میں اتنا بگاڑ پیدا ہو گیا کہ اصل تعلیم کی جگہ بدعات اور لغویات اُن میں رائج ہو گئیں جو روحانی اور اخلاقی تباہی ہے۔ بُرائیاں ان کی نظر میں اچھائیاں بن گئیں۔ پاکیزگی اور حیا اُن کی نظر میں فرسودہ تعلیم بن گئی۔ مذہب کی خود ساختہ تشریحات ہونے لگیں۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی تعلیم کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ انبیاء کی تعلیم کے نام پر غلط اور اپنی مرضی کی تعلیم اُن کتب کا حصہ بنا دی گئی جو انبیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا تقدس بھی باقی نہیں رہا اور نہ ہی انبیاء کا اور روحانی لحاظ سے وہ مردہ ہو گئیں۔ یہی حال آپ دیکھیں آج کل مغرب میں بسنے والی قوموں کا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام سے پہلے کے اور جتنے بھی مذہب اپنے آپ کو کسی سے منسوب کرتے ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے اپنے وعدے کے مطابق اس آخری شرعی کتاب کی حفاظت فرمائی.... اور پھر آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا،

مہدی معبود کو بھیجا اور آج ہم سب احمدی اس مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، اُس شخص کا ہاتھ بٹانے کا دعویٰ کرنے والے ہیں جو ایمان کو ثریا سے زمین پر لایا۔ اُس امام سے منسوب ہونے والے ہیں جس نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالت میں دنیا کے کونے کونے میں قائم کرنے کا عہد کیا ہے اور جس کی جماعت نے اس عہد کو پورا کرنا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 فروری 2011ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میں یہاں چند ایک برائیوں کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس نے باوجود اس کے کہ دلوں میں نیکی موجود ہے لیکن پھر بھی بعض احمدیوں کے دلوں میں بھی یہ برائیاں پیدا کر دی ہیں۔ اور نیکی اور برائی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ اگر برائیاں بڑھتی رہیں یا قائم رہیں تو نیکیوں کو نکال دیتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں نیکیوں کے قدم مضبوط ہوں اور برائیوں کو باہر نکالیں تاکہ تزکیہ قلب حقیقی رنگ میں ہو۔ ان برائیوں میں سے ایک حسد ہے۔ ایک جھوٹ ہے۔ پھر قرض لینے کی عادت ہے اور قرض نہ واپس کرنے کی عادت ہے۔ تو آجکل کے معاشرے میں ان باتوں نے بہت سے مسائل پیدا کئے ہوئے ہیں، اس لئے ان کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا کرو: **وَمِنْ شَرِّ مَا سَبَدَ إِذَا حَسَدَ (الفلق: 6)** کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ جب ایک مومن خود بچنے کی دعا کرے گا تو پھر ایک پاک دل مومن یہ بھی کوشش کرے گا کہ دوسرے سے حسد کرنے سے بھی بچے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد حدیث نمبر 4903 وسنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الحسد حدیث نمبر 4210)

نیکیاں جو ہیں وہ حسد سے بالکل ختم ہو جاتی ہیں جل کے راکھ ہو جاتی ہیں۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو باہمی تعلقات نہ توڑو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق کرے۔ (مسند احمد جلد نمبر 4 مسند انس بن مالک حدیث نمبر 13084 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

یہ چیزیں ہیں جو دلوں میں پاکیزگی پیدا کرتی ہیں۔ دلوں کی پاکیزگی اگر قائم رکھنی ہے۔ اگر اپنی عبادت سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ اس مزکی لگی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہے تو حسد سے بچنے کی ہر ایک کوشش کرنی چاہئے۔

اگر ہر شخص اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے کا عہد کرے تو حسد پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض بظاہر بڑے اچھے نظر آنے والے جو لوگ ہیں ان میں بھی دوسروں کے لئے حسد ہوتا ہے جس کی آگ میں وہ آپ بھی جل رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا وقت ایسے لوگ حسد کرنے اور چالاکیوں کے سوچنے میں لگاتے ہیں کہ دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچایا جائے اتنا وقت اگر وہ تعمیر سوچ میں لگائیں، دعاؤں میں لگائیں تو شاید حسد سے بچنے اور مسابقت کی روح کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے زیادہ آگے بڑھادے اور جلدی آگے بڑھادے۔

پھر دوسری بات جھوٹ ہے۔ اس بارے میں بھی میں اکثر کہتا رہتا ہوں۔ ہر قسم کی غلط بیانی سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جھوٹ بھی شرک کے قریب کر دیتا ہے۔ پس اس سے بچنا بھی ایک مومن کے لئے، ایک ایسے شخص کے لئے جو اپنا تزکیہ کرنا چاہتا ہو انتہائی ضروری ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں سچ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سوچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق کہلاتا ہے۔ صدیق لکھا جاتا ہے۔ ہمیں جھوٹ سے بچنا چاہئے کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے اور فسق و فجور سیدھا آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب یعنی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا... حدیث نمبر 6094)

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا۔ جی حضور ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ تکیے کا سہارا لئے ہوئے تھے جوش میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا دیکھو تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (صحیح بخاری کتاب الشهادات باب ما قیل فی شہادۃ الزور حدیث نمبر 2654)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہیں تھا کہ ان کی امت میں سے ہو کر اس مزگی کی طرف منسوب ہو کر پھر آگ میں پڑنے والا ہو اور اس تصور نے ہی آپ کو بے چین کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس لعنت سے ہمیشہ بچنے کی توفیق دے اور اپنے دلوں کا حقیقی تزکیہ کرنے والا بنائے۔

تیسری بات جو آجکل کا مسئلہ بن کر سامنے آرہی ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ قرضوں کی واپسی ہے۔ لوگ ضرورت ہو تو قرض لے لیتے ہیں مگر واپسی پر بہت لیت و لعل سے کام لیتے ہیں۔ قرض لینے سے پہلے جس شخص سے قرض مانگا جا رہا ہو۔ اس سے زیادہ نیک اور پر خلوص دل رکھنے والا اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ نیکیوں اور خوبیوں کا وہ مالک ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی طرف سے واپسی کا مطالبہ ہوتا ہے تو اس سے زیادہ خبیث اور بد دماغ اور ظالم شخص کوئی نہیں ہوتا۔ تو مومن کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔ پاک دل کی خواہش رکھنے والوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔ اس عظیم رسول اور مزگی کی طرف منسوب ہونے والوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔ پس ہمیں وہی راستے اختیار کرنے چاہئیں جو اس مزگی نے اپنے اسوہ کے طور پر ہمارے سامنے پیش فرمائے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا اور بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ آپ کے صحابہؓ کو بڑا غصہ آیا اور اسے ڈانٹنے لگے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو کیونکہ جس نے لینا ہو وہ کچھ نہ کچھ کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اسے اس عمر کا جانور دے دو جس عمر کا اس نے وصول کرنا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس وقت تو اس سے بڑی عمر کا جانور موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: وہی دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنا قرض زیادہ عمدہ اور اچھی صورت میں ادا کرتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدین حدیث نمبر 2305)

پس یہ ہے اسوہ جس کے مطابق قرض ادا کرنے والے کو قرض ادا کرنا چاہئے۔ ہاں اگر حالات ایسے ہوں کہ قرض ادا نہ کر سکیں تو پھر احسن رنگ میں مہلت مانگ لینا چاہئے یا پھر کوئی ضمانت دینی چاہئے۔ اور ایک مومن قرض دینے والے کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ مہلت کی یہ بات مان لے اور ضمانت مان لے تاکہ معاشرے سے فتنہ و فساد ختم ہو۔ دونوں طرف کے دلوں کی رنجشیں اور کدورتیں دور ہوں اور پاک دل رہیں اور یہی اخلاق ہیں جو معاشرے میں دلوں کی پاکیزگی کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم رسول اور مزگی کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنَ تَزَوَّجَ (الاعلیٰ: 15)۔ یعنی وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں پاک لوگوں میں شمار کرتا رہے۔ آمین“

(خطبہ جمعہ 25/ جنوری 2008ء)

(بتعاون: عمیر احمد باجوہ)

